بیان الحکمہ
تحقیقی مجلہ۔6
http://bayan-ul-hikmah.salu.edu.pk

بیان الحکمہ [تحقیقی مجلّہ]
(2020ء)

The concept of eternal salvation in the New Testament

*Syed Adeel shah
**Sohaib Ahmed
***Uzma Muhammad younos

ABSTRACT: Salvation is the central issue been discussed a lot among the adherents of world religions. It is said in all codes of conduct that salvation in the hereafter is possible on the base of pure doctrines and noble character. As far as salvation in Christianity is concerned, it has been debated in various approaches by the scholars of Christianity and Islam. Christians claim that the success of a person at the occasion of the day of judgment is possible only if the one believes in the crucifixion of Jesus. According to the four gospels this doctrine requires discussing more as there are many verses in the bible which indicates other ways in this regard. In this article, an attempt has been presented to prove that the contemporary viewpoint of Christians about salvation was not taught by Jesus rather it was the invention and innovation developed by saint Paul after Jesus was no more in this world.

Keywords: Salvation, Jesus, New Testament, Paul

*PhD. Scholar, International Islamic University, Islamabad.
** *Ph.D. Research scholar, University of Sindh, Jamshoro.*
*** *Ph.D. Research scholar, University of Sindh, Jamshoro.*

عہد نامہ جدید میں اخروی نجات کا تصور

نجات کا لغوی معنیٰ" کسی چیز سے چھٹکارا پانا، بچا لینا" ہے۔قرآن مجید میں یہ لفظ اسی معنیٰ میں استعمال ہوا ہے:

فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ ۙ وَنَجَّيْنٰهُ مِنَ الْـغَمِّ ۭ وَكَذٰلِكَ نُــْۨجِي الْمُؤْمِنِيْنَ .

پس ہم نے ان کی دعا کو قبولیت بخشی اور انھیں غم سے چھٹکارا عطا فرمایا۔ہم اہل ایمان کو اسی طرح بچایا کرتے ہیں۔

اہلِ عرب اس اونٹ کو ناجی اور اونٹنی کو ناجیۃ کہتے ہیں جو تیز رفتاری کے باعث اپنے سوار کو نجات دیتا/دیتی ہے[1] اسی سے لفظ مناجاۃ ماخوذ ہے[2]۔لٰہذا نجات کے معانی "خلاصی پانا، چھٹکارا پانا" اور "بچانا " ہیں۔

انگریزی زبان میں اس کے متوازی لفظ Salvation موجود ہے۔بریٹانیکا میں اس کا مفہوم مندرجہ ذیل ہے:

"انسان کابنیادی طور پر کسی منفی یا ناکارہ کر دینے والی حالت مثلاً بیماری، برائی یا موت سے چھٹکارا پانا نجات ہے[3]"۔

موسوعۃ الادیان والاخلاق میں بھی اس کا مفہوم اسی سے ملتا جلتا ہے البتہ اس کو اخروی سلامتی کے ساتھ منضبط کر دیا گیا ہے جس کے مطابق:

"اصطلاح "نجات" مستقبل میں جہنم کی آگ سے خلاصی کے مذہبی تصور کو ذہن میں لاتی ہے[4]"۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت کا حصول تمام ادیانِ سماوی کی تعلیمات کا مقصد و مدعا ہے۔عصر حاضر میں دستیاب سماوی کتب میں قرآن مجید اور بائبل سرِ فہرست ہیں ۔حصول رضائے اِلٰہی کا عہد نامہ عتیق سے ماخوذ طریقہ تین مراحل پر مشتمل ہے۔

1. مکمل شریعت پر عمل
2. گناہ کی معافی
3. گناہ کے کفارے کے لیے قربانیاں

شریعت پر عمل

معلوم ہوتا ہے کہ تورات کے مطابق نجات کا طریقہ ایمان اور عملِ صالح سے معمور ہے۔عمل میں کمی یا کوتاہی کی صورت میں تورات نے توبہ کا راستہ دکھایا ہے جس کا ایک پہلو قربانی کرنا بھی ہے۔

مسیحی عقیدے کے مطابق تورات بھی ان کے ایمان میں شامل ہے اور ان کے نزدیک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آنے سے تورات کی تنسیخ عمل میں نہیں آئی بلکہ ان کی بعثت کا بنیادی مقصد تورات میں بیان کردہ شریعت کی تکمیل تھا[5]۔چنانچہ شریعت پر عمل کرنے کے وہ تمام احکام جو تورات میں یہود کو دیے گئے ہیں ،بعینہ وہ احکام مسیحیوں کے لیے بھی ہیں اور وہ ان سب پر مکمل طور پر عمل کرنے کے مکلف ہیں۔عہد نامہ عتیق میں جا بجا حکم دیا گیا ہے کہ:

1. "جس شریعت پر عمل کرنے کی ہدایات تمھارے آباء و اجداد کو دی گئی، جس شریعت کو میری جانب سے انبیاء کے ذریعے تم لوگوں تک ارسال کیا گیا ہے، تمھیں تم بھی اسی کے مطابق زندگی گزارو۔میرے حکموں اور قوانین پر ایمان رکھو[6]"۔
2. "تم سب میری جانب رجوع کرو، میرے احکام کو تسلیم کرو اور پھر ان احکام پر عمل کرو[7]"۔

گناہ کی معافی

شریعت کو یہود خدا کی جانب سے مقرر کردہ خیال کرتے تھے اور ان کا ایمان تھا کہ اس کی خلاف ورزی پر خدائی ناراضگی اور عتاب کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس ناراضگی کو ختم کرنے کے لیے خدا نے رجوع اور توبہ کرنے والے بندوں پر مہربانی کا دروازہ کھول رکھا ہے۔عہد نامہ عتیق میں واضح لکھا ہے کہ:

1. "اے میری رحمت سے برگشتہ قومِ اسرائیل! میری جانب واپس آجاؤ۔میں تم لوگوں پر غضب کی نظر سے نہیں دیکھوں گا کیونکہ خدا کا فرمان ہے کہ وہ رحیم ہے اور اس کا غضب مستقل نہیں ہے[8]"۔
2. "کیا لوگ گرنے کے بعد دوبارہ اٹھ کھڑے نہیں ہوتے ہیں؟کیا کوئی رحمت الٰہی سے برگشتہ ہونے کے واپس واپس نہیں لوٹتا ہے؟[9]"۔
3. "جس قوم کو میں نے غلط راہ سے باز آنے کا حکم دیا تھا اگر وہ غلط راہ سے گریز کرے تو میری جانب سے ان کو جو سزا دینے کا ارادہ کیا گیا تھا، ان کو اس سزا سے بچا لیا جائے گا[10]"۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے ایک مزمور کے الفاظ ہیں:

4. "اے خداوند! اپنی رحمت کے مطابق مجھ پر شفقت کر۔اپنی شفقت کی کثرت کے مطابق میری خطاؤں سے درگزر فرما۔میری برائی سے مجھ کو پاک کر دے اور میرے گناہوں کو دھو ڈال[11]"۔

حضرت سلیمان کی مناجات کی تفصیل میں بائبل بتاتی ہے کہ انہوں نے خدا سے دعا کرتے ہوئے عرض کی:

5. اگر وہ لوگ گناہ کا ارتکاب کرنے کے بعد دل و جان سے تیری جانب رجوع کریں اور اس گھر کی جانب رخ کریں جو میں نے تیری عبادت کے لیے تعمیر کیا ہےتو، پھر تو ان کی اُن خطاؤں سے درگزر فرما دینا جن کا انھوں نے تیرے احکام کے خلاف ارتکاب کیا ہو گا[12]"۔

نتیجہ:ان تمام شواہد سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود میں شریعت موجود تھی اور وہ مسیحیوں پر اسی طرح لاگو ہوتی تھی نیز تورات میں توبہ اور قربانی کا تصور موجود ہے جس کے عملی نمونے انبیاء بنی اسرائیل کی سیرت میں موجود ہیں اور شریعت کی طرح یہ طرز و اسلوبِ معافی مسیحیوں کے لیے بھی مشعلِ راہ ہے۔

گناہ کے کفارے کے لیے قربانیاں

یہ تو دانستہ گناہوں کا معاملہ ہے ، نادانستہ انداز میں گناہ کا ارتکاب ہو جانے پر تورات میں خطا کی قربانی بھی تجویز کی گئی ہے[13]۔اس کے مطابق سال میں ایک مرتبہ یہودی کسی بکرے کو ویران جگہ لے جا کر چھوڑ دیتے تھے اور کا گمان تھا کہ یہ بکرا قوم کے گناہوں کو بھی اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔یہودیوں میں ایسے بکرے کا نام " عزازیل کا بکرا"

رکھا جاتا تھا[14]۔البتہ اس طرح کے اعمال کی حیثیت ثانوی تھی اور اصل چیز جو ان کے تئیں خدا کو مطلوب تھی،وہ نیکو کاری اور توبہ تھی۔تورات میں لکھا ہے کہ:

تم لوگوں کے کثیر ذبیحوں سے میرا کوئی لینا دینا نہیں ہے۔میں موٹے تازے بچھڑوں کی چربیوں اور میڈوں کی قربانیوں سے بے زار ہوں۔ بکریوں، بھیڑوں اور بیلوں سے میری خوش نودی حاصل نہیں ہو سکتی ہے۔اپنے نفس کا تزکیہ کرو۔میری نظروں سے اپنی برائیوں کو ختم کرو۔بدکاری سے گریز کرو اور نیک بنو۔انصاف کے طلب گار بنو اور مظلوموں کے مدد گار بنو۔ یتیموں کی فریاد سنو اور بیوہ خواتین کے حامی بن جاؤ[15]"۔

"میں رحم کو قربانی سے زیادہ پسند کرتا ہوں[16]"۔

صاحبِ قاموس الکتاب لکھتے ہیں:

عہدنامہ عتیق میں انسان پر حصول نجات کے لیے جن شرائط کا ذکر کیا گیا ہے ان میں اولین شرط خدا پر بھروسا ہے۔دوسری شرط یہ ہے کہ خدا کی شریعت کی فرماں برداری کی جائے۔خدا اپنی شریعت کے محض الفاظ پر ایمان لانے کا تقاضا نہیں کرتا ہے بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ گناہوں کی معافی کے لیے توبہ کی جائے اور کئی گناہ ایسے بھی ہیں جن کی توبہ کے لیے قربانیاں دینا ہوتی ہیں[17]۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور پولس کے دو متضاد نقطہ ہائے نظر کا بیان ضروری معلوم ہوتا ہے۔

مسیح علیہ السلام کا تصور نجات

عہد نامہ جدید میں نجات کے لیے قائم کی گئی شروط میں ابہام نظر آتا ہے ۔عہدِ عتیق کی پیروی میں بعض مقامات پر شریعت کی پیروی لازم قرار دی گئی ہے۔اسی طرح توبہ کا تصور بھی دیا گیا ہے۔یہ دونوں پہلو اس عہد تک کی تعلیمات میں نظر آتے ہیں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک محدود تھا۔پولس کے زمانے کی تعلیمات کا بائبل میں شامل ہونا ایک فکری تغیر کو جنم دیتا ہے اور اس دور کا تصورِ نجات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نجات کے عقیدے سے یکسر مختلف نظر آتا ہےذیل میں پہلے عیسیٰ علیہ السلام کے ان اصولوں کا ذکر کیا جاتا ہے جن کی روشنی میں انسان کو اخروی نجات کی ضمانت دی گئی ہے۔

شریعت پر عمل

حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے دیگر پیغمبروں کی مانند اپنی قوم کو راسہ راست دکھانے کے لیے آئے تھے۔یہی وجہ ہے کہ انھوں نے بنی اسرائیل میں دعوت و تبلیغ کے مشن کے ذریعے اصلاحِ اعمال کا فریضہ ادا کرنے میں اپنی سطح پر بھرپور محنت کی۔شریعت کی تعلیمات کی پیروی کو آپ علیہ السلام نے اپنی دعوت کا مرکزی نکتہ قرار دیتے ہوئے عہدِ عتیق میں موجود تمام شرعی تعلیمات پر عمل کو لازم قرار دیا تھا۔متی کی انجیل کے مصنف کے مطابق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عمومی نصیحت یہ تھی کہ "اگر تم زندگی میں داخل ہونے کے متمنی ہو تو احکام شریعت پر عمل کو یقینی بناؤ[18]"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنوں اور بیگانوں کا فرق واضح کرتے ہوئے شریعت پر عمل کرنے کو ایک کسوٹی اور میزان کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کیا تھا۔آپ علیہ السلام کے نزدیک محض زبانی دعوے اور عقیدتوں کے اظہار سے ایک سچا اور سُچا مسیحی نہیں بنا جا سکتا ہے بلکہ حقیقی مسیحی بننے کے لیے شریعت کے ان تمام احکامات پر عمل کرنا لازم ہے جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں۔حضرت عیسیٰ کا اس ضمن میں ایک قول یہ بھی ہے کہ:

"جس تک میرے احکام پہنچیں اور وہ ان پر مل کرے، اسی کو مجھ سے حقیقی محبت ہے[19]"۔

شریعت پر کاربند رہنے اور احکام و نواہی کا بھرپور لحاظ رکھنے کی مسیحی تعلیمات کو عہد نامہ جدید میں متعدد مقامات پر دیکھا جا سکتا ہے جن سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کوئی دیو مالائی نظامِ روحانیت یا الف لیلوی اور طلسماتی کہانیوں پر مبنی فلسفہ نجات دے کر نہیں گئے تھے بلکہ وہ ایک جیتا جاگتا اور منطقی و حقیقی عقیدہ سکھا کر گئے تھے۔جرمنی مسیحی فاضل "ہارن ی ک "اس کے متعلق لکھتا ہے کہ "مسیح اپنی ذات کے متعلق کسی اور اعتقاد یا عقیدت کی خواہش نہیں رکھتے تھے۔وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ لوگ احکام پر عمل کریں[20]"۔

اس ضمن میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا یہ فرمان انتہائی اہم ہے کہ " یہ مت سمجھ لینا کہ میرا مقصد تورات کے احکام یا انبیاء کی کتب کی تنسیخ ہے۔ میں تو ان کتب کو مکمل

کرنے آیا ہوں۔ میں سچ کہہ رہا ہوں کہ آسمان اور زمین کے ٹل جانے تک تورات کا کوئی شوشا یا نقطہ نہیں ٹلے گا[21]"۔

اسی طرح عیسائیت کے اولین دور کے ایک کلیسائی رہنما اور (عیسائیوں کے خیال کے مطابق)حضرت عیسیٰ کے بھائی[22] کی نصائح میں ملتا ہے کہ" اے بے کار انسان کیا تمھیں اس بات کا علم بھی نہیں ہے کہ عمل کے بغیر ایمان بے کار ہے؟ہمارے والد ابراہیم نے جب اپنے بیٹے اسحاق کی قربانی دی تھی تب محض عمل کی بنا پر ان کو راست باز نہیں قرار دیا گیا تھا بلکہ ان کے عمل پر ایمان نے بھی اثر کیا تھا۔ جس سے ان کا عمل کامل ہو گیا تھا[23]"۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس سلسلے میں تورات کی تعلیمات کے امین ٹھہرتے ہیں اور مسیحیت کی بنیاد میں موجود معاصر عقائد و نظریات کو اسی نکتے کی روشنی میں تطہیر کے عمل سے گزارنا چاہیے۔

توبہ

مسیح علیہ السلام کے نزدیک انسان کی روحانی تطہیر کے لیے یہی کافی تھا کہ اگر اس سے گناہ سرزد ہو جائے تو وہ سچے دل سے معافی مانگے اور توبہ کے بعد اس برائی سے گریز کرے۔بائبل میں واضح طور پر لکھا ہے کہ"

خبردار! اگر تمھارا بھائی گناہ کا ارتکاب کرے تو اس کو ڈانٹو۔اگر وہ توبہ کر لے تو پھر تم اس کو معاف کر دو۔یہاں تک کہ اگر وہ ایک دن میں سات مرتبہ گناہ کا ارتکاب کرے اور اس کے بعد تمہاری جانب لوٹ آئے اور کہے کہ میں توبہ کرتا ہوں تو اس کو معاف کر دینا[24]"۔

عہد نامہ جدید میں ایسی مثالیں بھی موجود ہیں جن کے مطابق لوگ گناہوں پر ندامت محسوس کرتے ہوئے مسیح علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ ان کو استغفار کی تلقین کرتے تھےاس ضمن میں انجیل میں لکھا ہے کہ ایک بد چلن عورت نے ان کی دعوت سے متاثر ہو کر ندامت اور توبہ کے آنسو بہائے تو انہوں نے فرمایا"تیرے گناہ معاف ہوئے[25]"۔

انجیل میں حضرت عیسیٰ نے نیکی کے لیے خدا ی جانب رجوع کرنے اور توبہ کی اہمیت و فضیلت کو واضح کرنے کے لیے تین خوب صورت تماثیل بیان فرمائی ہیں۔ان میں پہلی تمثیل کے بعد فرمایا ہے کہ" جب کوئی گناہ گار توبہ کرتا ہے تو اس کے باعث آسمانوں پر اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے کہ اتنی خوشی ایسے ننانوے نیک لوگوں کے لیے بھی نہیں ہوتی جن کو توبہ کی حاجت نہیں ہوتی ہے[26]"۔

اس میں کوئی شک باقی نہیں رہتا ہے کہ حضرت عیسیٰ کی تعلیمات کے مطابق نجات کے لیے توبہ،ایمان اور عمل لازم ہیں[27]"۔

حواریانِ مسیح کے نزدیک توبہ کی اہمیت

عام یہود کی طرح حضرت عیسیٰ کے حواریوں کا عقیدہ بھی یہی تھا کہ عمل میں کسی سستی یا کمی کا ارتکاب ہو جائے تو توبہ کے ذریعے اس کی تلافی ہو سکتی ہے البتہ شریعت پر عمل کرنا نجات کے لیے انتہائی اہم ہے۔خود پولس کا قبولیتِ مسیحیت کے بعد یہی عقیدہ تھا ۔یہی وجہ ہے کہ اس نے اگرپا(Agrippa) بادشاہ کے سامنے اپنے بیان میں کہا تھا کہ "میں ۔۔۔یہودیہ میں رہنے والے لوگوں اور غیر اقوام کے افراد کو ہمیشہ یہی تلقین کرتا رہا ہوں کہ توبہ کی جائے اور خداوند کی جانب رجوع کر کے وہ کام کیے جائیں جن کا توبہ تقاضا کرتی ہے[28]"۔

کرنتھیوں کے نام پولس نے اپنے خط میں توبہ کو توحید پر ایمان کا ایک جزوِ لازم قرار دیا ہے۔اس نے لکھا ہے کہ: مجھے تمہارے غم کی وجہ سے خوشی نہیں ملی ہے بلکہ میری خوشی کی اصل وجہ یہ ہے کہ تم لوگوں کے غم کا اختتام توبہ کرنے پر ہوا ہے[29]"۔

رسولوں کے اعمال میں بھی اسی سے ملتی جلتی نصیحت موجود ہے کہ " لہٰذا تم لوگ توبہ کرو اور خدا کی جانب رجوع کرو ۔اس سے تم لوگوں کے تمام گناہ مٹ جائیں گے اور خدا کی جانب سے تم لوگوں پر تازگی سے معمور دن آئیں گے[30]"۔

پولس کا تصور نجات

پیچھے گزر چکا ہے کہ ابتدا میں پولس نے بھی دیگر حواریوں کی مانند شریعت پر عمل کرنے اور گناہ کی صورت میں توبہ کرنے میں ہی نجات کے عقیدے کی تبلیغ کی تھی۔ یہی عقیدہ تمام تر حواریوں کا تھا۔پولس چونکہ یہودیت سے عیسائیت میں آیا تھا اس لیے اس نے عیسائیت کی بیخ کنی کرنے کے لیے یہودی تصورات کو ایک نئے انداز میں عیسائیت میں متعارف کروانا شروع کر دیا۔ ہم آغاز میں لکھ چکے ہیں کہ یہودیت میں بعض گناہوں کی معافی کو قربانی کے ساتھ مشروط کر دیا گیا تھا۔ان گناہوں کی معافی کے لیے یہود کے ہاں قربانی کی روایت بھی موجود تھی۔اس قربانی کو عرفِ عام میں گناہ کا کفارہ بھی کہا جا سکتا ہے۔چنانچہ پولس نے بھی قربانی کو ایک ایسے اسلوب میں پیش کیا جس نے مسیحی عقائد کی عمارت کو دھڑام سے گرا کر اس پر ایک نئے عقیدے کی داغ بیل ڈالی جس کو ازلی گناہ کا عقیدہ کہا جاتا ہے۔

پولس نے اس نظریے کی تشہیر شروع کر دی کہ جس طرح انسان اپنے گناہوں کی پاداش میں قربانی کا مکلف ہوتا ہے۔اسی طرح وہ گناہ، جو اس سے سرزد نہیں ہوا،بلکہ اس کے جدِ امجد یعنی آدم علیہ السلام سے جنت میں شجر ممنوعہ کا پھل کر کر سرزد ہوا تھا۔آدم کی ساری نسل میں اس گناہ کا انتقال ہوتا رہا ہے اور روئے زمین کا ہر انسان اس گناہ میں سے اپنا حصہ لے کر دنیا میں آتا ہے۔فرد اپنے گناہ کا کفارہ تو ادا کر سکتا ہے کیونکہ اس کا بار اس

کی وجہ سے اس کے آتا ہے لیکن وہ گناہ جس کا ارتکاب اس نے کیا ہی نہیں ہے اس کا بار کس طرح اتارے گا؟یہ وہ سوال تھا جو اپنی نوعیت کے اعتبار سے جتنا تشکیکی تھا اس کے جواب میں عوامی ذہنوں میں تجسس کا پیدا ہونا بھی اتنا ہی منطقی اور فطری تھا۔

پولس نے اس کے جواب میں مندرجہ ذیل کام کیے۔

1. ازلی گناہ کے تصور کا زور و شور سے پرچار کیا۔

پولس نے دوسرا کام یہ کیا کہ شریعت پر عمل کرنے کو انسانی نجات کے لیے ناکافی قرار دیا۔ اس نے عہد قدیم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مذکورہ بالا تعلیم کے برعکس کہا کہ "اگر شریعت پر عمل کرنے کے وسیلہ سے راست بازی مل سکتی تو مسیح کی موت عبث ہوتی[31]"۔

اس نے شرعی تعلیمات کو انسانی زندگی کے لیے مضر اور نقصان دہ قرار دیا تاکہ انسانی سرشت میں موجود بے لگامی اور شترِ بے مہاری کا میلان تسکین پا سکے۔اس نے ایمان اور شریعت کو دو الگ الگ چیزیں قرار دیا اور محض ایمان کی بنیاد پر انسان کی اخروی نجات کو یقینی ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی۔بعض بیانات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مذہب کی ایک ایسی تصوراتی دنیا تشکیل دینے کا متمنی تھا جس میں انسانی زندگی کے جملہ امور میں خدائی اور الہامی تعلیمات کا کوئی وجود نہ ہو۔چنانچہ خدائی تعلیمات کو بطور ضابطہ حیات اپنانے کے حوالے سے اس نے کہا کہ " اگر اہلِ شریعت ہی وارث ہیں تو پھر ایمان غیر مفید ہے اور

خدا کا وعدہ بھی لاحاصل ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ شریعت کی وجہ سے غضب پیدا ہوتا ہے اور جس جگہ شریعت کا نفاذ نہیں ہے وہاں عدولِ حکمی بھی نہیں ہے[32]۔

پولس نے اس شریعت کا انسان کی نفسیاتی قید قرار دیا جس کی بنا پر انسان نہ صرف دنیاوی زندگی میں تواز اور امن و امان سے بہرہ ور ہوتا ہے بلکہ اس کی بقائے دوام کا تصور بھی اسی پر عمل کرنے پر مبنی ہے۔وہ ایک ایسے مادر پدر آزاد معاشرے کے قیام کا خواہاں تھا جس میں شرعی حدود و قیود اور پابندیوں کا کوئی تصور نہ ہو بلکہ انسان کو اس کے اچھے اور برے کی مکمل طور پر آزادی دی جائے۔اس نے لکھا ہے کہ"جہاں شریعت نہیں وہاں گناہ محسوب نہیں ہوتا[33]"۔

چنانچہ شریعت کے وجود کو غیر ضروری، مضر اور بے جا قرار دیتے ہوئے پولس نے وہ شریعت جس کے حکم سماجی، سیاسی، خاندانی اور انتظامی ضابطوں کے طور پر تھے،موقوف کر دی[34]۔یوں الہامی تعلیمات کے ذریعے دنیا میں آنے والے تصورِ نجات کا ایک ستون گر گیا۔

شریعت نہیں ہو گی تو زندگی کے لیے کوئی ضابطہ حیات بھی متعین نہیں ہو پائے گا۔اس صورت میں معاشرہ عدم توازن کا شکار ہو سکتا ہے۔اس صورت میں معصیتوں اور فساد کے پھیل جانے کا خطرہ سر پر منڈلاتا ہے اور گناہوں کے ارتکاب کے امکانات بڑی حد تک موجود رہتے ہیں۔اس صورت میں گناہوں سے پاک ہونے کے اس تصور کو بھی ختم کر

دیا گیا جو استغفار کی بنیاد پر پہلے سے چلتا آ رہا تھا۔اس کی جگہ بغرضِ کفارہ، یہودیت میں قربانی کے تصور کو مسیح علیہ السلام کی سولی پر منطبق کر کے ایک نئےعقیدہ کفارہ کی بنیاد رکھی۔یہ قربانی کے یہودی تصور کی تشکیلِ نو تھی۔ اس کی جانب سے یہ نظریہ پیش کیا گیا کہ آدم کے گناہ کا اثر محض ان تک محدود نہیں رہا بلکہ ان کے گناہ کا اثر ازلی صورت اختیار کرنے کے بعد ان کی اولاد کے ہر فرد کو گناہ گار بنا گیا۔اس گناہ کا اثر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی صلیب پر موت کے ذریعے ختم ہو گیا[35]۔

پولس نے نے یہ احساس پیدا کرنے کی کوشش بھی کی کہ مسیح علیہ السلام کی سولی پر موت اس لیے ہوئی کہ ہمارے گناہ معاف ہو جائیں[36]۔انھوں نے اپنی زندگی کو ہم لوگوں کے لیے بطور فدیہ قربان کر دیا تھا[37]۔پولس کی ایک دعا بھی بائبل میں مذکور ہے جس کے مطابق اس نے عیسیٰ علیہ السلام کے خون کو بطور وسیلہ خدا کی خدمت میں پیش کرتے ہوئے اس کو کفارے کا سبب قرار دیا ہے[38]"۔اس نے یہودیوں کے بکرے کی قربانی کے ذریعے حصولِ نجات کے تصور پر چوٹ کرتے ہوئے لوگوں کے ذہن میں یہ وہم پیدا کر دیا کہ مسیح علیہ السلام نے جانوروں کا خون بطور قربانی پیش کرنے کے بجائے ا بے عیب پنا خون خدا کی بارگاہ میں پیش کیا[39]"۔

چنانچہ اگلے مرحلے پر پولس نے شریعت پر عمل کرنے کی اہمیت کو کم کر کے اس بات پر زور دیا کہ نجات کے لیے مسیح کی مزعومہ قربانی پر ایمان ہی اصل چیز ہے۔

اس عقیدہ کفارہ پر ایمان لانے کو اخروی نجات کے ساتھ مشروط کر دیا۔

ہم یہ پوری ذمہ داری کے ساتھ دعویٰ کرتے ہیں کہ مذکورہ پانچوں چیزیں عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات میں موجود نہیں تھیں۔عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات بعض پہلوؤں سے ان نکات سے متعارض اور متصادم تھیں۔انسانیت کی نجات کے لیے مسیح علیہ السلام کے خون سے متعلق کفارے کا عقیدہ آپ علیہ السلام کی تعلیمات کا حصہ نہیں ہے بلکہ اس کو بعد کے زمانوں کی پیداوار قرار دیا گیا ہے۔ انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا میں ہے کہ:

صدرِ مسیحیت کے مسیحی علما یہ تسلیم نہیں کرتے تھے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو ملنے والی اذیتوں کے سبب خدا کا غضب بالواسطہ طور پر ٹھنڈا ہو گیا تھا[40]"۔

انجیل میں ہی عبرانیوں کے نام لکھے گئے پولس کے ایک خط میں اس کا موقف لکھا ہے کہ "بغیر خون بہائے معافی نہیں ہوتی[41]"۔

معلوم ہوتا ہے کہ پولس نے یہ عقیدہ بہت بعد میں گھڑنا شروع کیا اور پھر اس کی تشہیر شروع کی۔

چنانچہ جیسے ہی پولس کے اس طرح کے بیانات سامنے آئے،ابتدا میں حواریوں نے پولس کے دوسرے نظریات پر گرفت کی اور اس کے مزعومہ نجات کے مدار کو بدلانے کے لیے اس کی سخت مخالفت بھی کی۔مذکورہ یعقوب اور دوسرے حواریوں نے پولس کو صاف

صاف بتا دیا کہ یہودیوں میں سے حضرت عیسیٰ پر ایمان لانے والے ہزارہا آدمی شریعت کے بارے میں سرگرم ہیں ۔انہوں نے پولس کو نذر ماننے اور پھر سے یہودی طریق کار پر عمل کے لیے آمادہ کیا تا کہ سب جان لیں کہ جو باتیں انہیں اس کے بارے میں سکھائی گئی ہیں ،ان کی کچھ اصل نہیں۔بلکہ وہ خود بھی شریعت پر عمل کرتے ہوئے درستی سے زندگی گزارتا ہے[42]"۔

پولس نے اس وقت ان کی باتیں قبول کر لیں مگر بعد میں لکھے جانے والے اپنے خطوط میں اس نے مذکورہ صدر طریقہ پر ایمان،شریعت،عمل اور توبہ کو نجات کا ذریعہ قرار دینے کے بجائے صرف ایمان اور ایمان میں بھی مسیح کی مزعومہ قربانی کے اعتقاد پر زور دیا۔ہربرٹ ملر نے لکھا ہے:

پولس نے ازلی گناہ کا تصور پھیلایا۔ یہ عقیدہ مسیح علیہ السلام کا دیا ہوا نہیں تھا۔آدم کے ازلی گناہ، اس گناہ کی بنا پر لعنت اور اس کے بعد آدم کا زمین پر ہبوط مسیح علیہ السلام کی تعلیمات میں نہیں تھا[43]"۔

لیکن اس عقیدے نے مسیحی مذہب کے حق میں کوئی مثبت کردار ادا نہیں کیا۔کیتھولک انسائیکلو پیڈیا کا مقالہ نگار لکھتا ہے کہ:

"عہد نامہ جدید میں کفارے کے تصور کا کوئی قابلِ غور کردار نہیں ہے[44]"۔

پولس کے فلسفہ نجات کا محرک

یہودیوں کے عقیدے کے مطابق ہر وہ شخص جس کو سولی دی جائے اس کو خدا کی جانب سے ملعون قرار دیا جاتا تھا[45]۔پولس کے لیے یہودیوں کا یہ موقف ایک سنجیدہ چیلنج کی حیثیت رکھتا تھا کیونکہ تورات کی اس آیت کے تحت نعوذ باللہ حضرت مسیح علیہ السلام ملعون ٹھہرتے۔چنانچہ اس قباحت سے بچنے کے لیے بجائے حقائق واقعات پر غور کر کے مسیح علیہ السلام کی تصلیب کی افواہ کو غلط ثابت کرنے کے،اس نے یہ موقف اپنا لیا کہ بے شک تورات کے مطابق مسیح علیہ السلام صلیب پر لٹک کر لعنتی موت سے ہمکنار ہوئے ۔لیکن ان کا مقصد یہ تھا کہ ہمیں شریعت پر عمل نہ کر سکنے کی وجہ سے ملنے والی لعنتوں سے چھٹکارا دیا جا سکے[46]"۔

چنانچہ اس موقف کی بنا پر مسیح علیہ السلام کی مظلومیت کے افسانے میں زیادہ تاثیر پیدا ہو گئی۔لوگوں کو باور کروا دیا گیا کہ مسیح علیہ السلام نے نہ صرف صلیب پر تکالیف اٹھائیں بلکہ انھوں نے یہ قربانی ہم گناہ گاروں کے افعالِ بد کا بوجھ اٹھانے کی غرض سے دی تھی۔اس تصور کے پیچھے علمی دلائل موجود نہیں تھے لیکن عوام کے لیے اس میں اپیل موجود تھی جس کی وجہ سے اس کو مقبولیت مل گئی تھی۔چنانچہ پولس اور اس کے شاگردوں کے اس نئے عقیدے کو لوگوں نے پسند کرنا شروع کر دیا۔مثلا :

"ہمارا خدا کے ساتھ محبت کرنا محبت نہیں ہے بلکہ خدا کا ہم سے محبت کرنا اصل محبت ہے۔اس نے ہماری محبت کے باعث ہی اپنے بیٹے کو دنیا میں بھیج دیا[47]"۔

"دنیا کے ساتھ محبت کی بنا پر خدا نے اپنا اکلوتا فرزند ہمیں بخش دیا ہے۔جو شخص اس پر ایمان رکھے گا وہ ہلاک نہیں ہو گا بلکہ مستقل زندگی سے بہرہ ور ہو جائے گا[48]"۔

پطرس سے منسوب ایک خط میں لکھا گیا ہے کہ " تم لوگ زیورات کے ذریعے نجات نہیں پا سکو گے بلکہ تمہاری نجات مسیح علیہ السلام کے قیمتی خون سے ہی ممکن ہے[49]۔

مسیح علیہ السلام سے ایک قول منسوب کیا گیا کہ " میرا خون اس عہد کا ہے جس کے ذریعے لوگوں کے گناہ معاف کیے جائیں گے[50]"۔

یہ قول بھی "میں زندگی کی وہ روٹی ہوں جو آسمان سے نازل ہوئی ہے۔۔۔میں زندگی کے لیے روٹی کے طور پر اپنا گوشت دوں گا[51]"۔

اس سلسلہ میں یہاں تک مبالغہ اور زیادتی کی گئی کہ سابقہ تمام انبیاء کی دعوت کی تحقیر و تضحیک کرتے ہوئے مسیح سے یہ قول منسوب ہوا " مجھ سے قبل آنے والے سب ڈاکو اور چور ہیں۔۔۔میں اچھا گڈریا ہوں اور اچھا گڈریا اپنے ریوڑ کے لیے جان کی قربانی بھی دے دیتا ہے۔۔۔میں بھی اپنے ریوڑ کے لیے جان قربان کر دوں گا[52]"۔

پولس کے بعد مسیحی علما نے کفارے کے عقیدے کو زیادہ تر "ازلی گناہ" کی معافی سے جوڑ کر رکھا۔اس عقیدے کا بانی پولس ہی تھا البتہ اس کی تحریروں میں بعض مقامات پر عمومی رنگ بھی ملتا ہے۔یوں محسوس ہوتا ہے کہ اس کے مطابق کفارے کے عقیدے کا تعلق ازلی گناہ کے ساتھ ہی نہیں بلکہ عام گناہوں کے ساتھ بھی تھا۔مثلا اس نے لکھا ہے:

ہم لوگوں کے گناہوں کو مسیح کے خون کے وسیلہ سے معافی ۔۔۔مل چکی ہے[53]"۔

ادھر انجیل متی کا حوالہ[54] بھی ظاہر کرتا ہے کہ عقیدہ کفارہ عمومیت کے ساتھ رائج ہو چکا تھا۔البتہ اناجیل میں بعض گناہوں کو ان کی شدت کی بنا پر کفارے سے معاف ہونے کے قابل نہیں قرار دیا ہے۔مثلا:

روح القدس کی گستاخی کرنے والوں کو نہ اس عالم میں معافی دی جائے گی اور نہ اُس عالم میں معافی دی جائے گی[55]"۔

بعد میں آنے والے عیسائی علماء مثلا آئرے نی س،امبروس،ای نسلم،آگسٹائن اور تھاامس ای کوناس کی تحریروں نے کفارہ کے نظریہ کی تفصیل و توضیح کی۔۔ان لوگوں نے ازلی گناہ اور کفارے کے تصور پر اتنا زور دیا کہ بعد میں یہ عیسائیوں کے بنیادی عقائد میں شامل ہو گیا۔[56]۔اس ضمن میں عیسائی عقائد و نظریات پر روشنی ڈالتے ہوئے انسائیکلو پیڈیا بریٹانیکا کا مقالہ نگار نے لکھتا ہے کہ:

نجات کا نظریہ عیسائی عقائد میں اہم ترین مقام کا حامل ہے ۔بعض عیسائیوں کے نزدیک یہ عیسائیت کا اعلیٰ ترین عقیدہ ہے۔مسیح علیہ السلام کو خدا مان لینے کے پیچھے بھی یہی عقیدہ کار فرما ہے[57]"۔

نتائج:

عہدنامہ جدید کے پیروکار عہد نامہ عتیق پر بھی ایمان رکھتے ہیں۔عہد نامہ عتیق کے مطابق انسان کی اخروی نجات کا دارو مدار شریعت پر عمل کرنے پر ہے۔اگر شرعی تعلیمات پر عمل کرنے میں کسی کم، کوتاہی ، سستی یا فسق و فجور کا ارتکاب ہو جائے تو اس صورت میں گناہ کی معافی مانگنے کی تعلیم دی گئی ہے اور بعض گناہوں کی معافی کے لیے محض توبہ کی کفایت نہیں کرتی بلکہ قربانی بھی دینا ہو گی۔عہدنامہ جدید میں یہی تعلیمات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف منسوب ہیں۔آپ نے اپنے پیروکاروں کو شریعت پر عمل کرنے کا حکم دیا، گناہ کے ارتکاب کی صورت میں معافی کے طلب گاروں کو توبہ کی راہ دکھلائی اور آپ علیہ السلام کے حواریوں بشمول پولس نے بھی ابتدائی مرحلے میں اخروی نجات کے لیے انہی چیزوں کو ناگزیر قرار دیا تھا۔بعد میں پولس کے ہاتھ میں عیسائیت کی زمامِ کار آئی تو اس نے نجات کا تصور یکسر تبدیل کر کے رکھ دیا اور ازلی گناہ کے من گھڑت عقیدے کا پرچار کیا اور اکروی نجات کو اس کے ساتھ مشروط کر دیا۔در اصل وہ چاہتا تھا کہ عیسائیت محض ایک الہیاتی نظام کی شکل دے دی جائے اور اس میں شریعت کو یکسر

منقطع کر دیا جائے۔اس کا دیا ہوا یہ تصور اس کے خطوط میں مترشح ہے اور بعد مین آنے والے مسیحی ماہرین الٰہیات نے نہ صرف اس کو قبول کر کے اس پر عیسائیت کی عمارت کھڑی کی بلکہ اس کی تشریحات و توضیحات اور توجیہات پیش کرتے ہوئے ایک ایسے مذہب کی تشکیل کی جس کا نام تو عیسائیت ہے لیکن اس کے الہیاتی ڈھانچے کا عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات کے ساتھ دور دور کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔

حوالاجات:

---

[1] ابن منظور، لسان العرب، مطبوعہ نشر ادب الحوزہ، ایران، 1405ھ، 304/15

[2] لوئیس معلوف، المجند فی اللغۃ والاعلام: دار المشرق، بیروت، 1973ء، صفحہ 793

[3] Encyclopeadia Britanica, London, 1947-1973, Vol 16, Page 201

[4] Encyclopeadia of religion and ethics, New Yourk, XI/149

[5] متی:5/17-19

[6] سلاطین:2/13-17

[7] نحمیا:1/9

[8] یرمیاہ:3/12

[9] یرمیاہ:8/4

[10] یرمیاہ:18/8

[11] زبور:51/1-2

[12] سلاطین:8/46-50

[13] احبار، باب 4

[14] دیکھیے احبار:16/10،16/21-22

[15] یسعیاہ:1/11-17

[16] ہوسیع:6/6

[17] قاموس الکتاب:1029

[18] متی:17/19

اسی سے ملتا جلتا ایک قول حضرت یحیٰ علیہ السلام(جن کو عہدِ جدید میں یوحنا پبتسمہ والا کے طور پر ذکر کیا گیا ہے) سے بھی منسوب ہے۔انجیلِ لوقا کے مصنف نے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ"اگر تمہارا دل خدا کی طرف جھک جائے تو اس کا ثبوت تم لوگ اپنے نیک اعمال اور کاموں کے ذریعے پیش کرو۔(لوقا:3/8)

[19] یوحنا:21/14

[20] Adolf Harnack: What is Christianity?(English Translation), p. 129

[21] متی:17/5

[22] A.L. Moore: A Dictionary of the Church, p. 41

[23] یعقوب کا عام خط:10/2

[24] لوقا:17/3،4

[25] لوقا:48/7

[26] لوقا:15/3-7

[27] متی:2/9، لوقا:48/7

[28] اعمال:26/19-21

[29] کرنتھیوں کے نام دوسرا خط:7/9،10

[30] اعمال:19/3

[31] گلتیوں:2/21

[32] رومیوں:4/14-15

[33] رومیوں:5/13

[34] عبرانیوں:7/12، 8/13، افسیوں:5/13

[35] رومیوں:5/19

[36] کرنتھیوں:15/3

[37] تیمتھیس:2/6

[38] رومیوں:3/25

[39] عبرانیوں:9/12-14

[40] Encyclo. Brit. (1962), 5/634

[41] عبرانیوں:9/22

[42] اعمال:21/17-26

[43] Herbret Muller: Uses of the Past, p. 160

[44] The new catholic Encyclopaedia, 1/1025

[45] استثناء:21/23

[46] گلتیوں:3/13

[47] یوحنا کا پہلا خط:4/10

[48] یوحنا:3/16

[49]کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ یہ خط پطرس حواری کا نہیں ہے کیونہ وہ ان پڑھ ماہی گیر تھے۔ متی:18/5۔

بعض عیسائی نقادوں نے متعدد دوسری وجوہ کی بنا پر اسے پطرس حواری کا خط تسلیم نہیں کی۔ دیکھیے:

Oxford History of the Church, p 394

خط دیکھنے کے لیے ملاحظہ فرمائیں:1/18-19

[50]متی:26/28

[51]یوحنا:6/51

[52]یوحنا:10/8-15

[53]افسیوں:1/7

[54]متی:26/28

[55]متی:12/23، مرقس:3/29 میں ہے کہ " اس کو کبھی بھی معافی نہیں مل سکے گی کیونکہ وہ ابدی گناہ کے بعد سخت قصور وار ہو چکا ہے"۔

[56] New Catholic Encyclopaedia:1/1025

[57] Encyclo. Brit. (1962) :5/634